از شیخ عبدالمجید امرتسری صدر مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ

تاریخ کے جھروکے سے

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

عنوان بالا کے تحت میرے مضمون ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" میں کافی عرصہ تک چھپتے رہے نیز محمد یعقوب اختر صاحب کے مضامین خصوصاً تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء جس میں موصوف خود بھی شامل رہے (جزاکم اللہ احسن الجزا) سلسلہ وار شامل تحریر رہے۔

ہوا یہ کہ 1996ء میں چیچاوطنی میں مجلس احرار اسلام کی مرکزی عاملہ کا اجلاس بلایا گیا مجھے بھی دعوت نامہ ملا لہذا میں بھی شامل ہوا اگلے روز کاروباری سلسلہ میں رحیم یار خان چلا گیا فارغ ہو کر دوسرے دن بذریعہ خیبر میل گوجرانوالہ رات بارہ بجے گھر پہنچا کھانا وغیرہ کھا کر سو گیا۔ صبح اٹھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوا تو محسوس ہوا کہ بایاں ہاتھ اور بائیں ٹانگ مفلوج ہو چکی ہے۔ دن چڑھے ڈاکٹر کو بلوایا۔ چیک کرنے پر پتہ چلا کہ فالج کا حملہ ہوا ہے۔ بس پھر آہستہ آہستہ نشست و برخواست معطل ہو گئی۔ چار سال ہونے کو ہیں کافی علاج معالجہ ہو رہا ہے۔ اب بفضل تعالیٰ سہارے کے ساتھ تھوڑا تھوڑا چل پھر سکتا ہوں اور بول بھی سکتا ہوں یہ احباب کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اسی وجہ سے نقیب ختم نبوت کے قارئین سے بھی منقطع رہا ہوں۔ اس عرصہ میں جانے کتنے ساتھی اس دنیا سے منہ موڑ کر عدم آباد سدھار چکے ہیں (اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے) (آمین)

اس وقت جس ساتھی کا ذکر کر رہا ہوں وہ بہت ہی پیارا اور بہادر ساتھی تھا۔ دو سال پہلے ساتھ چھوڑ گیا۔ اللہ اسے جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائے آمین۔ جالندھر کا مشہور دینی خاندان جامعہ رشیدیہ (ساہیوال) کے مہتمم مولانا رشید احمدؒ، مولانا فضل جالندھریؒ مرحوم، مولانا لطف اللہ، مولانا عبداللہؒ، میرے مرحوم دوست کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ پورے خاندان کا تعلق شاہ جیؒ سے تھا۔ بدیں وجہ پورا خاندان احرار سے وابستہ تھا۔ میں خود بھی پاکستان بننے کے بعد لائل پور (اب فیصل آباد) ہی آ کر مقیم ہوا دفتر میں آتے ہی میری ملاقات محمد صدیق سالار سے ہو گئی ان دنوں دستور تھا کہ ہر روز تمام دوست رات کو دفتر میں جمع ہوتے دن بھر کی خبریں سنتے ان پر تبصرہ ہوتا اور رات گئے گھروں کو چلے جاتے۔ اس وقت لائل پور (فیصل آباد) کی جماعت بہت فعال تھی۔ اس لیے کہ (ربوہ) چناب نگر مرزائیوں کا کفر گڑھ قریب تھا۔ اور ہر جمعہ کو مرزا بشیر الدین ایک نیا شیطانی الہام بیان کرتا، خواہ وہ کتنا ہی خفیہ رکھا جاتا احرار ورکر وہ خبر لے ہی آتے جیسے قادیان کے قریب بٹالہ تھا۔ اور بٹالہ کے احرار ورکر بڑے فعال اور انتھک تھے۔ اسی طرح لائل پور (فیصل آباد) کے احرار ورکر روزانہ شام کو دفتر احرار میں حاضری ضرور دیتے۔ تو ایسے ہی روزانہ کی ملاقات سے برادرانہ تعلقات بن گئے جو آخر دم تک قائم رہے الحمدللہ۔ نوجوانانِ احرار خصوصاً سالار امان اللہ۔ محمد یعقوب اختر۔ شیخ خیر محمد۔ مولانا عبید اللہ احرار۔ مولانا تاج محمودؒ۔ خواجہ جمال د امرتسری۔ میاں محمد عالم بٹالوی۔ شیخ عبدالمجید امرتسری۔ حافظ عبدالرحمٰن۔ غلام حسین لدھیانوی۔ مرحوم

کیا کیا صورتیں تھیں کہ خاک میں پنہاں ہو گئیں

خیر یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب تحریک تحفظ ختم نبوت بڑے زور شور سے جاری تھی۔ کہ حکومت۔

خانے کچھ فیصلے کئے اچانک ابن حسن نامی ڈی سی آ گیا۔ اس نے پالیسی بدل دی وہ جلوس کے ساتھ خود جیل تک جاتا اور گرفتار ہونے والوں کو خود ہار پہناتا اور جب ور کر گرفتاری دے دیتا تو لوگوں کے ساتھ مل کر نعرے لگاتا۔ لوگ بہت خوش ہوتے اور نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو لوٹ جاتے۔ جو کھنچاؤ ذہنی تھا اس میں کمی آ گئی۔ ابھی دو تین روز ہی گزرے تھے کہ چنیوٹ بازار میں رات کو گولی چل گئی۔ حالانکہ کوئی لوٹ مار نہیں ہوئی۔ جلوس نہیں نکلا معلوم ہوا کہ فوج کسی مرزائی میجر کی کمان میں تھی۔ بارہ چودہ مسلمان خاک و خون میں تڑپ گئے۔ بلکہ ابن حسن ڈی سی کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بھی مرزائی ہے مبینہ طور پر کئی افواہیں تھیں۔

ایک روز مولانا تاج محمود مسجد سے غائب ہو گئے۔ پھر پتہ چلا وہ گرفتار ہو گئے ہیں۔ بہر حال اگلے روز جمعہ تھا وہ جمعہ مولانا عبدالرحیم اشعر نے پڑھایا۔ نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے کہ میرے کان میں ایک رضا کار نے کہا کہ پولیس آ گئی ہے۔ میں نے فوراً مولوی اشعر صاحب کو پچھلے دروازے سے نکل جانے کا اشارہ کیا وہ نہ سمجھے چنانچہ میں نے خود پکڑ کر دروازہ سے باہر نکال دیا۔ اگر مولوی صاحب گرفتار ہو جاتے تو ڈی سی ابن حسن پولیس سے بہت سختی کرواتا۔ چونکہ مولانا اشعر نے بڑی سخت تقریر کی تھی۔ ڈی سی کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا۔ مسجد پر ڈی سی نے قبضہ کر کے پولیس کی تحویل میں دے دی تھی۔ اب تحریک گلی محلوں تک محدود ہو گئی جہاں پانچ دس رضا کار جمع ہو جاتے گرفتاری کا پروگرام بن جاتا وہیں سے پانچ رضا کار ہار پہن کر چوک گھنٹہ گھر جا کر نعرے لگاتے تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد۔ اتنے میں پولیس گرفتار کر کے لے جاتی۔ میں ان کے دست برد سے باہر ہو جاتا کئی دفعہ رات کو میرے گھر چھاپا پڑا لیکن میں کہاں ملتا۔ بیشتر ازیں میاں محمد عالم بٹالوی۔ مفتی محمد یونس صاحب، پروفیسر غلام رسول۔ حاجی بھائی آف چاند کلنڈر اور اس کا بھائی حاجی محمد صادق لدھیانوی۔ راجہ محمد افضل نائب سالار اور دیگر ایک سو کارکن مفتی صاحب کی قیادت میں لاھور گئے۔ لیکن مولانا خلیل احمد حسنات قادری نے انہیں مشورہ دیا کہ لاھور میں اتنے رضا کار موجود ہیں۔ کہ پانچ پانچ کے دستوں کی صورت میں گرفتاری دیتے رہیں۔ تو کئی ماہ لگ جائیں گے۔ تو رضا کار پھر بھی بہت ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ کراچی چلے جائیں اور وہاں تحریک کا دوبارہ احیاء کریں۔ چنانچہ میر قافلہ حضرت مفتی صاحب کی تجویز سے اتفاق کیا اور قافلہ لے کر کراچی چلے گئے۔ کراچی میں اخبارات کی حد تک تحریک زندہ تھی۔ پنجاب کی خبریں تحریک کو زندہ رکھے ہوئے تھیں۔ عملاً کچھ نہیں ہوتا تھا۔ آرام باغ میں جمعہ کے روز جلوس نکلتا پانچ دس رضا کار گرفتار بھی ہو جاتے پھر معاملہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ رضا کار بھی باہر سے لانا پڑتے بہر حال کام چل رہا تھا۔ لائل پور سے مفتی محمد یونس صاحب کا جیش کراچی پہنچا تو انہیں بڑا ریلیف مل گیا۔ ادھر لائل پور میں جامع مسجد پر پولیس قبضہ کے بعد معاملہ مشکل ہو گیا۔ رضا کاروں کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے ہم جتنے ساتھی تھے رات کہیں گزارتے صبح فجر کی نماز کے بعد مسجدوں میں ختم نبوت کے جانثاروں کو ڈھونڈتے پھرتے تاہم ناکام نہیں رہتے کسی ایک مسجد کا ٹارگٹ بنا لیتے پھر ادھر ادھر سے رضا کاروں کو ملتے ملاتے متعلقہ مسجد میں پہنچ جاتے اللہ تعالیٰ ہمیں مایوس نہ کرتے ایسے حالات میں بھی بیس بیس آدمی مل جاتے باقی جلوس شروع ہونے پر مل جاتے۔ پولیس بھی ہماری تلاش میں ہوتی بس ہم خاموشی سے گھنٹہ گھر چوک میں جاتے اور جاتے ہی نعرہ بازی شروع کر دیتے۔ جتنے آدمی گرفتاری کے لئے تیار ہوتے ان کے پاس پہلے سے ہی پھولوں کے ہار موجود ہوتے خود ہی گلے میں ڈال کر نمایاں ہو جاتے باقی ادھر ادھر ہو جاتے نئے سرے سے رضا کاروں کی تلاش شروع ہو جاتی۔

بقیہ 6 پر